۲۲۔ مچھلیوں کا شکار

شفیق الرحمٰن

پہلی بات: بچوں کی خیالی دنیا بڑی عجیب ہوتی ہے۔ جن انوکھی چیزوں کے بارے میں سوچتے ہیں، وہ سب چیزیں انھیں دِکھائی دیتی ہیں، جیسے پریاں، دیو، بھوت، شہزادے وغیرہ۔ بچے جب آپس میں ملتے ہیں تو وہ اپنی خیالی دنیا کا تذکرہ بڑے مزے لے لے کر کرتے ہیں اور ہر بات کو سچ سمجھتے ہیں۔ کبھی اپنی خیالی چیزوں کو سچ ثابت کرنے کے لیے وہ ایسا کچھ کر جاتے ہیں کہ انھیں نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ ذیل کے مزیدار سبق میں بچے اس جھیل سے مچھلیاں پکڑ لانے کو اپنا کارنامہ بتاتے ہیں جس میں مچھلیاں پائی ہی نہیں جاتیں۔
مچھلیاں حاصل کرنے کے لیے مچھیرے ندیوں، تالابوں اور سمندر کا رُخ کرتے ہیں۔ مچھلیوں کا شکار جہاں انسانوں کی ایک ضرورت ہے وہیں ایک دلچسپ مشغلہ بھی ہے۔ اس مضمون میں مچھلیوں کے شکار کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

جان پہچان: اُردو کے ممتاز مزاح نگار شفیق الرحمٰن ۹ر نومبر ۱۹۲۰ء کو روہتک کے ایک مقام کلانور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ۱۹۴۲ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور سے ایم۔بی۔ بی۔ ایس کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ میڈیکل امتحان میں نمایاں کامیابی کی وجہ سے انھیں انڈین آرمی میڈیکل سروس میں لے لیا گیا۔ پاکستان بن گیا تو وہ پاکستانی فوج کا حصہ بن گئے اور میجر جنرل کے عہدے تک ترقی کی۔
شفیق الرحمٰن کے مزاح کا انداز بہت ہلکا پھلکا اور نہایت شائستہ ہے۔ ان کی تحریریں عوام میں بہت مقبول ہیں۔ ان کے مضامین کے مجموعوں میں 'شگوفے، مدوجزر، حماقتیں، مزید حماقتیں' اور 'دجلہ' زیادہ مشہور ہوئے۔ ۱۹ر مارچ ۲۰۰۰ء کو راول پنڈی میں ان کا انتقال ہوا۔

ہم ہر اتوار جھیل کے کنارے گزارتے۔ بڑے اہتمام سے مچھلیاں پکڑنے کا پروگرام بنتا۔ مچھلیاں بھوننے کا سامان بھی ساتھ ہوتا۔ ہمارے مچھلیاں پکڑنے کے طریقے بھی صحیح تھے لیکن ہم نے کبھی وہاں ایک بھی مچھلی نہیں پکڑی۔ انجینئر صاحب اور ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ اس جھیل میں مچھلیاں بالکل نہیں ہیں۔ جھیل کے پانی میں کوئی خرابی تھی۔ اس میں معدنیات کے کچھ ایسے اجزا شامل تھے جن کی وجہ سے مچھلیاں زندہ نہیں رہ سکتی تھیں لیکن ہمیں اس پر بالکل یقین نہ آتا۔ ایسی خوشنما جھیل میں تو مچھلیاں دُور دُور سے آکر رہیں گی۔

ہم اُداس ہوتے یا ہمیں دھمکایا جاتا تو ہم سیدھے جھیل کا رُخ کرتے۔ گھاس پر بیٹھ جاتے۔ بادشاہوں، پریوں اور بحری ڈاکوؤں کی کہانیاں پڑھتے۔ ذرا سی دیر میں ہم بھول جاتے کہ اس خوبصورت گوشے کے علاوہ دنیا کے اور حصے بھی ہیں جہاں اسکول ہیں۔ اسکول کا کام ہے، ماسٹر صاحب کی ڈانٹ ہے، گھر والوں کی گھڑکیاں ہیں۔

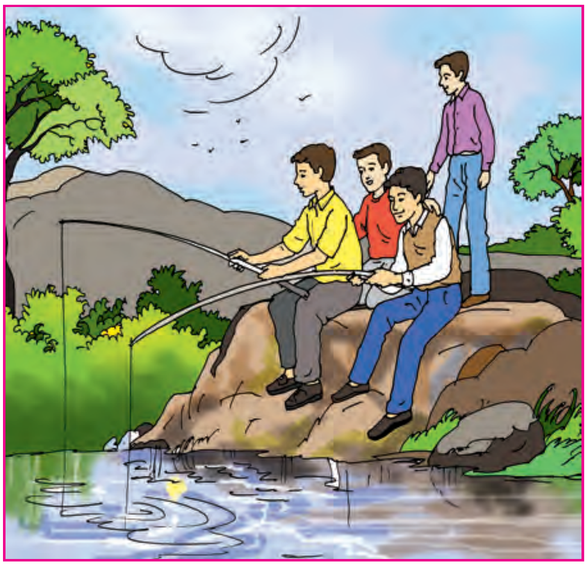

ہم دوسرے کنارے کی باتیں کرتے جسے دیکھنے کا ہمیں بے حد شوق تھا۔ ہم قیاس آرائیاں کرتے کہ وہاں کیا کچھ ہوگا، شاید وہاں کسی قسم کی دنیا ہوگی۔ ہم نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ جھیل کو عبور کر کے دوسری طرف جا پہنچیں لیکن ہمیں کشتی نہ مل سکی، نہ ہمیں تیرنا آتا تھا۔

ہم چاندنی رات میں جھیل کے کنارے بیٹھ کر ایک دوسرے کو پریوں کی کہانیاں سناتے تو جیسے سارے کردار ہماری آنکھوں کے سامنے چلنے پھرنے لگتے۔ چاندنی کچھ یوں بدل جاتی اور دوسرا کنارہ ایسا پُرسحر خطّہ معلوم ہونے لگتا کہ ہم سچ مچ پریوں کے ملک میں پہنچ جاتے۔

اگر وہ جھیل وہاں نہ ہوتی تو نہ جانے ہمارے دن کیونکر گزرتے۔ کیونکہ گھر میں ہر ایک ہم دونوں کا دشمن تھا اور ڈانٹ پلانے پر تلا ہوا تھا۔ اُن کا رویّہ یہ تھا کہ اگر کچھ کِیا ہے تو کیوں کِیا ہے اور اگر نہیں کیا ہے تو کیوں نہیں کِیا؟ ان دنوں سب کے دلوں میں یہ خیال بیٹھ گیا تھا کہ ہم دونوں نہایت نالائق ہیں اور بالکل نہیں پڑھتے۔ ابّا کا تبادلہ حسبِ معمول آبادی سے دور کسی ویرانے میں ہوا اور مجھے روفی کے یہاں بھیج دیا گیا۔ گھر سے ہر خط میں تاکید آتی کہ لڑکے کی پڑھائی کا خاص خیال رکھا جائے۔ چناں چہ خاص سے بھی زیادہ خیال رکھا جاتا۔ گیہوں کے ساتھ گُھن باقاعدہ پِستا اور ننھے میاں کی خوب تواضع ہوتی۔ ننھے میاں سونے سے پہلے بڑے خشوع و خضوع سے دعا مانگتے کہ ربّ العالمین! ہمارے کنبے والوں کو نیک ہدایت دے اور بتا کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے کیونکہ اب تک یہ لوگ اس سے بے بہرہ ہیں۔

ایک دن گھر میں سب بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ جھیل کی باتیں شروع ہوگئیں۔ مچھلیوں کے متعلق ان کے شبہات بدستور تھے۔ ہم نے بڑے وثوق سے کہا کہ وہاں بڑی بڑی مچھلیاں ہیں۔ ہم اکثر پکڑتے رہتے ہیں۔ ہم نے کئی مرتبہ انھیں بھُونا بھی ہے۔ بولے اچھا، اس مرتبہ پکڑو تو گھر لانا۔ ہم بھی چکھیں گے۔

اگلے اتوار کو ہم صبح سے شام تک چھڑیاں پانی میں ڈالے بیٹھے رہے لیکن کچھ نہ ملا۔ واپسی پر بازار میں مچھلی والے سے بڑی بڑی مچھلیاں خریدی گئیں اور باورچی کے حوالے کی گئیں۔ اتّفاق سے اس شام کو سب کہیں باہر مدعو تھے۔ گھر میں صرف میں اور روفی تھے اور ایک بزرگ جو ننھّے میاں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ رات کو انھیں اچھی طرح دِکھائی نہیں دیتا تھا۔ ننھّے میاں پہلے تو دسترخوان پر بیٹھتے تھے؛ پھر چپکے سے اُٹھ جاتے۔ ادھر بلّیاں قطار باندھے منتظر ہوتیں اور بڑے اطمینان کے ساتھ آ بیٹھتیں۔ وہ یہی سمجھتے کہ ننھّے میاں ساتھ بیٹھے ہیں۔ چناں چہ وہ بار بار بلّیوں سے کہتے، ''برخوردار! بھُوکے مت رہنا۔'' چیزیں اُٹھا اُٹھا کر ان کے سامنے رکھتے۔ ''یہ چکّھو برخوردار..... یہ بھی کھاؤ برخوردار!'' ادھر بلّیاں بڑے سکون سے کھاتیں۔

چناں چہ ہماری خریدی ہوئی مچھلیاں اس روز بلّیوں نے کھائیں۔ اگلی مرتبہ ہم جھیل پر گئے اور مچھلیاں خرید لائے تو نہ جانے کس کے مشورے سے مچھلیاں ڈاکٹر صاحب کے ہاں بھیج دی گئیں۔ اس سے اگلی مرتبہ انجینئر صاحب کے ہاں۔ پھر ایک روز کیا ہوا کہ سب کے سامنے مچھلی والا حساب لے کر آ گیا۔ دراصل ہمارا جیب خرچ ختم ہو چکا تھا اور مچھلیاں اُدھار آ رہی تھیں۔ سب کو پتا چل گیا۔ ہمارا خوب مذاق اُڑایا گیا۔

معنی و اشارات

قیاس آرائی	–	سوچنا، خیال کرنا
پُرسحر	–	جادو بھرا
تواضع	–	خاطر مدارات، مراد پِٹائی
گیہوں کے ساتھ گُھن پِسنا	–	کسی بڑی مصیبت میں بے قصور لوگ بھی پھنس جاتے ہیں
خشوع و خضوع	–	عاجزی کرنا، گڑگڑانا
بے بہرہ	–	انجان
شبہات	–	شبہ کی جمع، شک
وثوق	–	یقین

518H2F

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ شفیق الرحمٰن کہاں پیدا ہوئے؟
۲۔ شفیق الرحمٰن کی کون سی کتابیں مشہور ہیں؟
۳۔ جھیل کے کنارے کس قسم کی کہانیاں پڑھی جاتی تھیں؟
۴۔ مصنّف اور روفی جھیل کو کیوں عبور نہیں کر پاتے تھے؟
۵۔ ننّھے میاں سونے سے پہلے کیا دعا مانگا کرتے تھے؟
۶۔ مچھلیوں کے متعلّق کہا گیا جھوٹ کس طرح کُھلا؟
۷۔ مصنّف اور روفی کا مذاق کیوں اُڑایا گیا؟

✤ مختصر جواب لکھیے :

۱۔ جھیل میں مچھلیوں کے نہ ہونے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟
۲۔ جھیل کی سیر کا حال کس طرح بیان کیا گیا ہے؟
۳۔ بازار سے مچھلیاں کیوں خریدی گئی تھیں؟
۴۔ خریدی ہوئی مچھلیاں بلیوں نے کیوں کھائیں؟

تلاش و جستجو

✤ سبق کی مدد سے درج ذیل جملے مکمل کیجیے :

۱۔ ذراسی دیر میں ہم بھول جاتے کہ.............
۲۔ ہم قیاس آرائیاں کرتے کہ.............
۳۔ دوسرا کنارہ ایسا پُرسحر خطّہ معلوم ہونے لگتا کہ.......
۴۔ سب کے دلوں میں یہ خیال بیٹھ گیا تھا کہ..........
۵۔ پھر ایک روز کیا ہوا کہ.............

زورِ قلم

شکاری اپنے شکار کے قصے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں یا گپیں ہانکتے ہیں۔ شکاریوں کے کئی لطیفے مشہور ہیں۔ اپنی پسند کا کوئی لطیفہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

عبارت آموزی

✤ درج ذیل اقتباس پڑھ کر نیچے دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیے :

کسی جگہ دو گپ باز بیٹھے شیخی بگھار رہے تھے۔ ایک نے کہا، ”ایک مرتبہ میں شکار کے لیے نکلا تو کئی دنوں تک بھٹکتا رہا۔ آخر ایک دن اچانک شیر نظر آیا۔ میں نے فوراً نشانہ باندھا اور فائر کر دیا۔ میری آہٹ پاتے ہی شیر پیڑ کی آڑ میں چھپ گیا۔ میری بندوق کی گولی بھی کم ہوشیار نہ تھی۔ وہ بھی ایک پیڑ کی آڑ میں رُکی رہی اور تھوڑی دیر بعد شیر کے باہر نکلتے ہی اسے جا لگی۔ شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔“

دوسرے گپّی نے کہا، ”میرا واقعہ تو اور بھی عجیب ہے۔ میں ایک مرتبہ ہمالیہ کی ترائی میں سیر کر رہا تھا اور بالکل نہتّا تھا۔ اچانک ایک شیر میرے سامنے آ گیا۔ میں قطعی نہ گھبرایا اور اس سے کہا، ”واہ میاں شیر! کپڑے بھی نہیں پہنے، ننگ دھڑنگ ہی چلے آئے۔ بس پھر کیا تھا۔ شیر وہیں مارے شرم کے مر گیا۔“

۱۔ پہلی گپ میں کون سی بات ناقابلِ یقین ہے؟
۲۔ دوسری گپ سے روزمرہ تلاش کر کے لکھیے۔
۳۔ دونوں گپ باز کیا بتانا چاہتے ہیں؟

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ مختلف قسم کی مچھلیوں کی تصویریں حاصل کر کے انھیں اپنی بیاض میں چسپاں کیجیے اور ان کے بارے میں مختصر معلومات لکھیے۔
۲۔ مچھلی اور حضرت یونسؑ سے متعلق مشہور واقعہ حاصل کر کے پڑھیے اور اپنے ساتھیوں کو سنائیے۔
۳۔ جھیل پانی کا ایک قدرتی ذخیرہ ہے۔ پانی حاصل کرنے کے اور بھی قدرتی اور مصنوعی ذرائع موجود ہیں۔ ان ذرائع کے نام معلوم کر کے لکھیے۔

آئیے زبان سیکھیں

زمانۂ مستقبل

ذیل کی مثالوں کو پڑھ کر ان کے (افعال کے) زمانے پر غور کیجیے۔

۱۔ دس گنا نفع پر ان کا مال کون خریدے گا؟
۲۔ میں تو مانگ مانگ کر کھاؤں گی۔
۳۔ بوڑھی کاکی میری آواز سنتے ہی اُٹھ بیٹھیں گی۔
۴۔ جو بولے گا، اس کو مزہ چکھا دوں گا۔
۵۔ آخر لوٹ کر ادھر ہی سے گزرے گا۔
۶۔ جب روٹیاں ختم ہوجائیں گی تو میں کیا کھاؤں گا؟
۷۔ یہ سارے پھول جھڑ جائیں گے تو میری زندگی کا چراغ بھی گل ہوجائے گا۔

خط کشیدہ افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا زمانہ ابھی آنے والا ہے یعنی یہ سارے کام آنے والے وقت میں ہوں گے (ابھی ہوئے نہیں ہیں) ایسے افعال کے زمانے کو '**زمانۂ مستقبل**' کہا جاتا ہے۔

- پڑھے ہوئے اسباق سے زمانۂ مستقبل کے پانچ جملے تلاش کر کے لکھیے۔

مضارع

سبق 'آخری گلاب' میں آپ نے پڑھا ہے:

ایک دن ایاز نے پوچھا، ''کیا بڑبڑا رہی ہو، دادی؟''

اس جملے میں 'بڑبڑانے' کا کام زمانۂ حال میں جاری ہے۔

اب یہ جملہ دیکھیے:

ہم کل میچ دیکھنے جا رہے ہیں۔

اس جملے کے فعل 'جا رہے ہیں' سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میچ دیکھنے جانے کا کام جاری ہے لیکن یہ کام کل ہوگا۔ اس لیے یہ جملہ زمانۂ حال کا نہیں، مستقبل کا ہے۔ کچھ جملوں کے افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کام کا وقت حال بھی ہوسکتا ہے اور مستقبل بھی جیسے:

۱۔ چاہے کسی کے منہ میں پانی تک نہ جائے لیکن پہلے تمھاری پوجا کرے۔
۲۔ پرماتما میری خطا معاف کردے۔
۳۔ ہٹتا ہے کہ ماروں قرولی۔
۴۔ اللہ کرے آپ جلدی ٹھیک ہوجائیں۔

ایسے زمانے کو جس سے حال اور مستقبل دونوں کا اظہار ہو، اسے '**مضارع**' کہتے ہیں۔ پڑھے ہوئے اسباق سے مضارع کے جملے تلاش کر کے لکھیے یا ایسے ہی پانچ نئے جملے بنائیے۔

ادبی لطائف

☺ پنڈت ہری چند اختؔر نے طویل عرصے کے بعد عبدالحمید عدؔم کو کسی مشاعرے میں دیکھا لیکن پہچان نہ سکے کیونکہ عدؔم صاحب کافی فربہ اندام ہوچکے تھے۔ عدؔم نے انھیں دیکھ کر خود آگے بڑھ کر کہا، ''پنڈت جی! میں عدؔم ہوں۔'' اختؔر صاحب نے بے ساختہ کہا، ''اگر عدم کا یہ حال ہے تو وجود کیا ہوگا؟''

☺ ایک صاحب جو داغؔ دہلوی کی مقبولیت اور شہرت کو حاسدانہ نگاہوں سے دیکھتے تھے اور بزعم خود بہت بڑے شاعر تھے، ایک دن داغؔ دہلوی سے راہ میں مل کر کہنے لگے، ''حضرت! آج میرا اور آپ کا فیصلہ ہوجائے۔ فرمائیے میں اچھا شعر کہتا ہوں یا آپ؟''

داغؔ نے کہا، ''شعر تو بلاشبہ آپ ہی اچھا کہتے ہیں لیکن اس کا کیا علاج کہ لوگ میرے ہی شعروں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔''

☺ کنہیا لال کپور ایک بار مولانا آزادؔ سے ملنے گئے۔ مولانا نے ان کے لیے چائے تیار کی۔ کپور نے چائے کا ایک گھونٹ لے کر منہ بنایا اور کہا، ''بے حد تلخ ہے۔''
مولانا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، ''پیے جاؤ، پیے جاؤ۔ سچ ہمیشہ ہی تلخ ہوتا ہے۔''